جماعت احمدیہ نے عالمی معاشرہ قائم کرنا ہے۔اپنی علاقائی غیر اسلامی بری عادات مثلاً جھوٹ کو ختم کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل ۱۹۸۸ء بمقام ناصر باغ فرینکفورٹ جرمنی)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

انگریزی میں ایک مقولہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مشرق مشرق ہی ہے اور مغرب مغرب ہی اور یہ دونوں کبھی نہیں ملیں گے۔اس مقولے کو بہت گہرائی حاصل ہے اور بظاہر یہ سرسری بات ہے لیکن حقیقت میں اس مقولے کی شہرت کی وجہ یہی ہے کہ اس میں مضمون کی بہت گہرائی پائی جاتی ہے اور ایک ایسی پیشگوئی کی گئی ہے جو قومی رجحانات کے گہرے مطالعہ کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ بظاہر تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مشرق مغرب سے مل رہی ہے اور مغرب مشرق سے۔ یہاں جو آج خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک بڑا اجتماع ہو رہا ہے۔ یہ بھی اس بات کا مظہر ہے کہ مشرق اور مغرب میں ایک دوسرے کے ساتھ امتزاج کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔اقوام متحدہ میں بھی بظاہر یہی کوشش دکھائی دیتی ہے کہ مشرق اور مغرب ہم آہنگ ہو جائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح امتزاج پکڑ لیں کہ گویا رفتہ رفتہ ایک ہی انسانیت ظہور پذیر ہو۔

بہت سی غیر قومیں جرمنی میں آکے آباد ہوئی ہیں۔ان میں ترک بھی ہیں،ان میں افریقین قومیں بھی ہیں،ان میں کورئینز بھی ہیں،ان میں پاکستانی، ہندوستانی، بنگلہ دیش سے آئے ہوئے لوگ ،چین کے بھی اور چند ایک جاپان کے بھی غرضیکہ جرمن قوم نے اپنے وسیع حوصلے کے نتیجے میں بہت

کثرت کے ساتھ مختلف قوموں کو پناہ دے رکھی ہے اور مشرقی یورپ سے آنے والوں کی تعداد تو یہاں غیر معمولی طور پر زیادہ ہے۔ پولینڈ کے باشندے بڑی کثرت سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے جرمنی کو یہ خاص اہمیت حاصل ہے کہ یہاں آپ کو مشرق اور مغرب ہی ملتے ہوئے دکھائی نہیں دے رہے بلکہ شمال اور جنوب بھی اور مختلف نظریات کے ماننے والے بھی یہاں اس عظیم قوم کی پناہ میں اکٹھے ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود جو اس مقولے کے مفہوم کو سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ امتزاج ایک ظاہری امتزاج ہے اور اس کے باوجود مشرق مشرق ہی رہے گی اور مغرب مغرب ہی رہے گی۔

مزید اس بات پر غور کر کے دیکھتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوتا ہے بہت سی افریقین قومیں مثلاً جرمنی میں بھی آباد ہوئیں، انگلستان میں بھی آباد ہوئیں، فرانس میں بھی آباد ہوئیں مختلف یورپین ممالک میں بڑی کثرت سے وہ قومیں آئیں اور آباد ہو گئیں اور انہوں نے مغرب کے رنگ ڈھنگ بھی اختیار کر لیے بعض مغربی رجحانات میں ان سے بھی آگے بڑھ گئے۔ ناچ گانے کو صرف اپنایا ہی نہیں بلکہ ناچ گانے میں ایسا کمال بھی حاصل کیا کہ ان میں مغرب کو سکھانے والے استاد پیدا ہوئے اور گانے کے متعلق تو آج دنیا اس بات کو تسلیم کر چکی ہے کہ سب سے زیادہ چوٹی کے گویئے جن کا مشرق اور مغرب سب پر اثر ہے وہ افریقہ نے پیدا کئے ہیں اور کر رہا ہے۔ شراب کے پینے میں یا دوسری معاشرتی عادات کو اپنانے میں بھی انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کلیۃً مغرب کے رنگ میں رنگین ہوئے اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے انہوں نے مکمل طور پر امتزاج اختیار کر لیا ہے لیکن اس کے باوجود جب آپ دیکھتے ہیں تو کالے کالے ہی ہیں اور سفید سفید ہی ہیں۔ ان دونوں قوموں کے درمیاں ان دونوں رنگوں کے درمیان کوئی امتزاج نہیں ہے، ان کی فطرتوں کے درمیان کوئی امتزاج نہیں۔ ان کی زندگی کی آرزوؤں کے درمیان کوئی امتزاج نہیں ہے وہ اکٹھے رہ کر ایک جیسے نظر آ کر بھی بالکل الگ الگ ہیں اور کہیں آپ کو مشرق اور مغرب کے درمیان ایسی محبت دکھائی نہیں دے گی گویا وہ ایک ہی خاندان کے دو حصے ہوں یہی معنی ہے اس مقولے کا۔ چنانچہ وہ سفید فام لوگ جو بعض دفعہ مشرقی رنگ اختیار کر جاتے ہیں ان کے اوپر بھی آپ غور کر کے دیکھیں تو مشرقی عادات اختیار کرنے کے باوجود بھی مغربی ہی رہتے ہیں۔ بعض یوگا کو پسند کرتے ہیں، بعض بدھ طریقوں کو پسند کرتے

ہیں، کوئی ہری کرشنا والے بن جاتے ہیں، بعض سکھ بھی ہوئے اور امریکہ میں تو ایک زمانے میں سکھ بننے کا رجحان بہت تھا لیکن اس کے باوجود سفید قومیں سفید رہیں اور نیم کالی زرد قومیں، نیم کالی اور زرد قومیں ہی رہیں اور ان دونوں کے درمیان آپ کو حقیقی امتزاج کوئی دکھائی نہیں دے گا۔

لیکن ایک امکان ایسا پیدا ہو رہا ہے ایک رستہ ایسا کھل رہا ہے جس کے نتیجے میں یہ بہت ہی زیادہ مؤثر نظر آنے والا، وزنی نظر آنے والا مقولہ غلط ثابت ہوسکتا ہے اور ہوگا۔ قوموں کے درمیان یعنی مشرق اور مغرب کی قوموں کے درمیان امتزاج کی ایک راہ کھل رہی ہے جو احمدیت کے ذریعے کھل رہی ہے اور وسیع تر ہوتی چلی جارہی ہے یہ راہ، پہلے سے بڑھ کر کشادہ ہوتی جارہی ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام دنیا کو ایک ہاتھ پر اور ایک مزاج پر اکٹھا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو بھیجا تھا۔ اس مقولہ بنانے والے کے وسیع تجربہ پر کوئی شک نہیں لیکن وہ خدا کے نور سے دیکھنے والا انسان نہیں تھا۔ اس کی بصیرت ان باتوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی جن باتوں کو خدا تعالیٰ کی تقدیر نے ہمیشہ سے مقدر کر رکھا تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ ایک ایسا سورج عرب کے صحراؤں میں طلوع ہو چکا ہے جس کی روشنی مشرق اور مغرب میں تمیز کرنے والی نہیں وہ تمام دنیا کا سانجھا سورج ہے، مشترک سورج ہے لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ (النور:۳۶) اسے ایک پہلو سے مشرق کا بھی کہہ سکتے ہیں اور مغرب کا بھی، بیک وقت دونوں کا سورج اور ایک پہلو سے کہہ سکتے ہیں کہ نہ وہ مشرق کا ہے نہ مغرب کا۔ وہ سب کا یکساں سورج ہے۔ اسی نور کو لے کر آج احمدیت دنیا کے سامنے دوبارہ طلوع ہوئی ہے، دوبارہ ابھری ہے اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہم ایک ایسے نور کو لے کر آگے بڑھیں گے جو مشرق اور مغرب کے درمیان حائل ہونے والی ہر روک کو دور کر دے گا اور تمام دنیا کو ایک ہی ہاتھ پر اور ایک ہی مزاج پر اکٹھا کر دے گا۔

اس پہلو سے جماعت احمدیہ کی بہت ہی عظیم ذمہ داری ہے اور جہاں تک میں دیکھتا ہوں بہت حد تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پہلو سے جماعت احمدیہ اس ذمہ داری کو ادا کر رہی ہے لیکن ہر ملک میں یکساں نہیں اور ہر علاقے میں برابر نہیں۔ بعض جماعتوں کو زیادہ توفیق ملی ہے، بعض جماعتوں کو نسبتاً کم توفیق ملی ہے اسی طرح مغربی قوموں نے بھی احمدیت سے یکساں فائدہ نہیں اٹھایا بعض جگہ ان میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے مغربیت کے Complex اور احساس

کو یکسر مٹا کر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اسلام کے بین الاقوامی مزاج کو اپنا لیا ہے اور اس کے مظاہر آپ کو کم و بیش دنیا کے ہر ملک میں ملتے ہیں جہاں بھی مشرق اور مغرب احمدیت کے ذریعے اکٹھی ہو رہی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں جو مجمع البحرین کا ذکر ملتا ہے ایک پہلو سے جماعت احمد یہ ہی وہ مجمع ہے جہاں دو سمندر، دو تہذیبوں کے سمندر بالآخر اکٹھے ہوں گے۔ آپ جرمن احمدیوں کو بھی دیکھیں اور دیگر جرمن اسلام قبول کرنے والوں کو بھی دیکھیں اس پہلو سے آپ کو ایک نمایاں فرق نظر آئے گا کہ جرمن احمدیوں میں سے اکثر اپنے مزاج میں انکسار پیدا کر چکے ہیں۔ ان کے اندر قومی تکبر اور قومی بڑائی کا اثر یا تو کلیۃً مٹ چکا ہے یا تیزی سے مٹتا چلا جا رہا ہے۔ ان میں اسلام کے مزاج کو قبول کرنے کے نتیجہ میں ایک ایسی طبیعت ابھر رہی ہے جو عالمی طبیعت ہے، ایک ایسا مزاج پیدا ہو رہا ہے جو عالمی مزاج ہے۔ چنانچہ یہ جرمن احمدی جو اپنے پاکستانی یا افریقین یا دیگر احمدی بھائیوں سے ملتے ہیں تو ایک ہی سطح پر ملتے ہیں اور صاف دکھائی دیتا ہے کہ گویا ایک ہی قوم کے دو فرد ہیں۔ یہ وہ مجمع البحرین ہے جہاں یہ پرانا مقولہ کھلے طور پر جھٹلایا جا رہا ہے۔ اسی طرح انگلستان کا حال ہے، اسی طرح افریقہ کے ممالک کا حال ہے، امریکہ میں بھی نمایاں طور پہ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ یہ اسلام کا معجزہ نمودار ہو رہا ہے اور احمدیت کے سوا دیگر جگہوں پر نہیں ہو رہا، دیگر امتزاجات سطحی ہیں لیکن ایسا فطری امتزاج کہ ایک مغرب کا رہنے والا مشرق کے ساتھ حقیقۃً گہرائی کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے وہ اپنی مغربی شخصیت کو بھلا کر ایک ایسی اسلامی شخصیت اختیار کر لے کہ اس کے نزدیک جغرافیائی حدود کی کوئی اہمیت باقی نہ رہے، اس کے نزدیک رنگ و نسل کی تمیز کی کوئی اہمیت باقی نہ رہے، وہ بالکل ایک ہو جائے۔ اس پہلو سے جرمنی میں آنے والے احمدیوں کی خصوصیت سے بہت بڑی ذمہ داری ہے کیونکہ خطرہ ہے کہ اپنی بعض عادات کی وجہ سے وہ اس بڑھتے ہوئے رجحان کی راہ میں روک نہ بن جائیں اور اس اہم ذمہ داری کو ادا کرنے کی بجائے اس رجحان کو الٹا نہ دیں، اس کو برعکس سمت میں روانہ نہ کر دیں۔ یہ وہ خطرہ ہے جس کے پیش نظر میں آج آپ کو مختصراً یہ بتانا چاہتا ہوں، سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہ بہت ہی بڑی ذمہ داری ہے جس کی راہ میں روک بننے کی بجائے اس کو ادا کرنے کے لیے پہلے سے بڑھ کر اس کی طرف توجہ کریں۔

پاکستان سے آنے والے احمدی مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے، مختلف علاقوں سے آنے والے ہیں اور بعض ایسی عادات بھی لے کر آئے ہیں جو اسلامی عادات نہیں ہیں بلکہ مقامی عادات ہیں من حیث المجموع اُن کو پاکستانی عادات بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں اس پہلو سے مختلف عادات پائی جاتی ہیں۔ گجرات کا ایک اپنا مزاج ہے، اپنی تہذیب ہے اور سیالکوٹ کا ایک اپنا مزاج ہے اور ایک اپنی تہذیب ہے، جھنگ کا ایک اپنا مزاج ہے اور ایک اپنی تہذیب ہے اور بدقسمتی سے ان سب مزاجوں میں ایک بھاری عنصر ایسا داخل ہے جو اسلامی نہیں بلکہ واضح طور پر غیر اسلامی ہے اور ان سب مزاجوں میں ایک قدر مشترک بھی ہے جو نہ صرف یہ کہ اسلامی نہیں بلکہ اسلام کی دشمن ہے اور وہ جھوٹ کی عادت ہے۔ اس کثرت کے ساتھ پاکستان کے معاشرے میں خواہ وہ گجراتی معاشرہ ہو یا سیالکوٹی ہو یا شیخوپوری یا کسی اور علاقے کا ہو جھوٹ داخل ہو چکا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں رگ و پے میں جھوٹ سرایت کر گیا ہے۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر بے وجہ جھوٹ، بڑی باتوں پر بڑی سنجیدگی سے جھوٹ، اُس سے بڑی باتوں پر منظّم جھوٹ، سازش بنا کر جھوٹ، جھوٹے گواہ تیار کر کے جھوٹ اور جہاں جھوٹ بولا جانا ہے وہاں بھی پیسے دے کر یا دوسرے اثرات ڈال کر اُس شخص کو یا اُس عہدیدار کو بھی جھوٹ کے لیے آمادہ کرنا، یہ ایسی خوفناک خصلت ہے کہ اگرچہ یقینی طور پر اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اسلام کی دشمن عادت ہے لیکن جب مغربی قومیں آپ کے اس مزاج کو دیکھیں گی اُن میں سے ہر ایک یہ تمیز نہیں کر سکے گا کہ یہ اسلامی معاشرہ نہیں بلکہ اسلام کا ایک دشمن معاشرہ ہے جو بدنصیبی سے بعض مسلمانوں نے اپنا رکھا ہے۔ یا معاشرہ نہ کہیں تو بعض عادات اور خصائل ہیں جو اسلامی نہیں بلکہ قطعی طور غیر اسلامی ہیں۔ لیکن جب یہ لوگ اس پہلو سے آپ کا جائزہ لیتے ہیں یا آئندہ لیں گے تو ان کے اندر ایک ردّعمل پیدا ہوگا جو کئی طرح سے اس بین الاقوامی امتزاج کی راہ میں خطرات پیدا کرتا ہے۔ مختلف لوگوں کے مختلف ردّعمل میں نے دیکھے ہیں، بعض کا ردّعمل تو یہ ہوتا ہے کہ وہ پھر اسلام سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یونہی فرضی باتیں ہیں کہنے کو کچھ اور ہے کرنے کو کچھ اور ہے، ان لوگوں کے خیالات جو قرآن اور حدیث کی طرف سے منسوب کر کے بتاتے ہیں وہ کچھ اور ہیں لیکن ان کے اپنے اعمال اتنے مختلف، اتنے دور ہیں ان باتوں سے جو معلوم ہوتا ہے یہ ہم پر بھی جھوٹ بول رہے ہیں ان کی باتوں کا

اعتبار ہی کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ کئی ایسے آدمی میری نظر میں ہیں معین طور پر جو ان گندی عادات کی وجہ سے احمدیت میں داخل ہو کر پھر الٹے پاؤں لوٹ گئے۔ میں نہیں کہہ سکتا کے اُن کی ٹھوکر کا کوئی ایک معین شخص موجب بنا یا بالعموم جائزہ انہوں نے لیا اور اس کے نتیجے میں وہ بددل ہوئے۔ لیکن اس کی مجموعی ذمہ داری اس قومی بدقسمت کردار پر عائد ہوتی ہے اور انفرادی ذمہ داری بھی بعض اُن لوگوں پر ضرور عائد ہوتی ہوگی جن کو دیکھ کر، جن کی عادات سے ٹھوکر کھا کر وہ لوگ اسلام کی نعمت سے محروم ہو گئے۔ کچھ اور لوگ ایسے ہیں جو ایسا انتہائی ردّعمل تو نہیں دکھاتے لیکن وہ معاشرتی لحاظ سے سکڑنے لگتے ہیں، تمدنی لحاظ سے علیحدگی اختیار کرنے لگ جاتے ہیں وہ کہتے ہیں اسلام اپنی جگہ سچا ہے۔ احمدیت نے جیسے اسلام کو دیکھا وہ بھی برحق ہوگا لیکن یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان کی خو بو اختیار کی جائے ان کے طرز عمل کو اپنایا جائے۔ اُس پہلو سے ہم ان سے بہت بہتر ہیں اور ہمیں ان سے علیحدہ رہنا چاہئے ورنہ یہ ہمارے مزاج کو بھی بگاڑ دیں گے۔ چنانچہ وہ جو امکانات پیدا ہوئے تھے دو تہذیبوں کے امتزاج کے امکانات، وہ جو امکانات پیدا ہوئے تھے ایک عالمی تہذیب وتمدن کو جنم دینے کے امکانات وہ سارے ایک خاموش عمل کی زبان نے جھٹلا دیئے اور ہمیشہ کے لیے ان کے امکانات کے راستے بند کر دیئے۔

یہ وہ خطرات ہیں جس کی وجہ سے میں فکرمند رہتا ہوں۔ خصوصیت کے ساتھ جرمنی میں، مجھے اس بارے میں فکر زیادہ ہے۔ وجہ یہ ہے کے مختلف قوموں میں جو احمدی گئے ہیں یا مختلف علاقوں میں جو احمدی گئے ہیں۔ اُن کے حالات مختلف ہیں اور وہ مختلف یعنی ہر جگہ ہر قسم کے دوست گئے ہیں لیکن عمومی لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعض جگہ بعض ملکوں میں آنے والے احمدی تمدنی پس منظر کے لحاظ سے یا معاشی پس منظر کے لحاظ سے ایک خاص طبقے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ بعض دوسری جگہ جانے والے معاشی اور تمدنی اعتبار سے ایک اور طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے باوجود اس کے کہ اسلام میں طبقاتی تقسیم نہیں، لیکن جن جگہوں سے یہ آئے ہیں وہاں طبقاتی تقسیم کے آثار ملتے ہیں اور بعض برائیاں بعض طبقات میں زیادہ ہیں، بعض عادتیں بعض طبقات میں خاص طور پر دکھائی دیتی ہیں اور اقتصادی ضرورتیں جو گندی عادات پیدا کرتی ہیں وہ بعض جگہ زیادہ ہیں، بعض جگہ بعض جگہ کم ہیں۔ مثلاً جھوٹ کا بالآخر ایک تعلق غربت سے بھی ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں یا جس اقتصادی پس منظر

میں کہنا چاہئے غربت نے ایک لمبا عرصہ تک لوگوں کو مجبور کیا ہو کہ وہ جھوٹ سے کام لے کر فائدے اٹھائیں۔ جہاں بدقسمتی سے سارے ملک کی طرز عمل یہ ہو کہ سچ کی قیمت نہ پڑے اور جھوٹ کی قیمت پڑتی ہو ایسے ملکوں میں غربت اور جھوٹ کا ایک گہرا رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور بدقسمتی سے غریب طبقے میں جھوٹ زیادہ پھولنے پھلنے لگتا ہے۔ چنانچہ یہ وجوہات بھی ہیں اور بھی بہت سے محرکات ہیں جن کے نتیجے میں میرا عمومی تاثر یہ ہے کہ جرمنی میں آنے والے احمدیوں میں بعض وہ کمزوریاں زیادہ ہیں جو بین الاقوامیت پیدا کرنے کی راہ میں حائل ہوسکتی ہیں اور حائل ہو رہی ہیں اور بھی بہت سی بعض عادات ہیں جو براہ راست اُس معاشرے کے نتیجے میں بھی پیدا ہو رہی ہیں اور یہاں آنے کے بعد ان کی بعض مخفی کمزوریاں اور زیادہ بڑھ کر نمایاں ہو کر دکھائی دینے لگی ہیں۔

کہتے ہیں عصمت بی بی بیچارگی بعض لوگ باعصمت ہوتے ہیں اس لیے کہ بیچارے ہوتے ہیں ان کا بس ہی کوئی نہیں ہوتا جہاں بس چلے وہاں وہ مخفی خواہشیں، مخفی ارادے ایک دم اُبھر کے سامنے آجاتے ہیں۔ چنانچہ بعض نیکیاں جو ہمیں اپنے ملک میں دکھائی دیتی تھیں وہ بیچارگی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نیکیاں تھیں۔ جب ایک غیر ملک میں وہ لوگ آئے اور یہاں آکے انہوں نے دیکھا کہ سب کچھ ہوسکتا ہے کوئی پکڑنے والا نہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں بلکہ نہ کرنے کے نتیجے میں زیادہ انسان کمتر سمجھا جاتا ہے۔ اگر یہ چیزیں کرو تو سوسائٹی میں بڑا رتبہ ملتا ہے۔ تو اچانک روکیں ٹوٹنے کے نتیجے میں جب بیچارگی نہیں رہتی تو عصمت بھی نہیں رہتی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ نیکی جو وہاں نیکی دکھائی دیتی تھی وہ دراصل نیکی نہیں تھی بلکہ بے اختیاری کا نام نیکی تھا بے چارگی کا نام عصمت تھا۔

اس پہلو سے مجھے کثرت سے اطلاعیں ملتی رہتیں ہیں کہ بعض خاندان جو ہجرت کر کے جرمنی میں آگئے وہاں اُن کے متعلق کسی قابل اعتراض طرز عمل کی اطلاع نہیں ملا کرتی تھی مگر یہاں آنے کے بعد جب انہوں نے سمجھا کہ یہاں کھلا معاشرہ ہے، ہر قسم کی آزادی ہے تو بے اختیار وہ آزاد ہوئے اور بد چیز کو جب آزاد کیا جاتا ہے تو وہ عام حدود سے تجاوز کر کے زیادہ پھیلتی ہے۔ یہی بم بنانے کا فلسفہ ہے۔ چھوٹی جگہ کسی طاقتور چیز کو قید کیا جائے تو جب وہ بالآخر پھٹتی ہے تو عام حد سے بھی تجاوز کر کے زیادہ پھیل جاتی ہے۔ چنانچہ ایسے بعض خاندانوں کا بھی پتا چلا کہ وہاں یعنی پاکستان میں اچھے بھلے شریف اطوار والے خاندان تھے مگر یہاں آتے ہی صرف پردہ ہی نہیں ٹوٹا بلکہ ہر دوسری چیز میں، ہر

بدی میں، انہوں نے دوڑ لگا دی اور جب اپنی برائیوں کے ساتھ ان نئی برائیوں کو اختیار کیا تو مغربی معاشرے کی برائیوں کے مقابل پر بہت زیادہ آگے بڑھ گئے ۔ ان میں کچھ ایسی برائیاں ہیں جو وہ ساتھ لے کر ویسے ہی آئے تھے کچھ نیکیاں تھیں جو کھوگئی تھیں نیکیوں کے پردے پھٹ گئے اور برائیاں اپنی جگہ قائم رہیں تو اس کے نتیجے میں جو چیز نمودار ہوئی ہے وہ بہت ہی خطرناک اور بدزیب ہے۔ چنانچہ دیکھنے والے احمدی بھی اور دوسرے بھی اس کے نتیجے میں صرف اسلام سے ہی نہیں بلکہ پاکستان سے بھی شدید نفرت کرنے لگتے ہیں۔

جب سے میں یہاں آیا ہوں بعض مہمانوں سے بعض معزز مہمانوں سے میری ملاقاتیں ہوئیں ان میں سے ایسے بھی تھے جن کا کثرت کے ساتھ مشرق سے آنے والے لوگوں سے رابطہ ہوتا ہے اور انہوں نے مجھے خود کھل کے یہ کہا کہ ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ کس قسم کے لوگ وہاں پیدا ہو رہے ہیں ۔ بنگال سے آنے والے ہوں یا ہندوستان سے آنے والے ہوں یا پاکستان سے آنے والے ہوں ان علاقوں سے جو بھی آتا ہے وہ یقیناً جھوٹا ہوتا ہے اور یقیناً دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے ۔ کچھ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ کس بات پر اعتبار کریں، کس پر نہ کریں ۔ دھوکا، فریب دہی، جھوٹ، خیالی باتیں بنانا، من گھڑت قصے پیش کرنا، کہتا ہے جب مجھے انہوں نے بتایا یوں لگتا ہے جیسے ان قوموں کی فطرت ثانیہ ہے ۔ ہمیں سمجھائیں کہ ہم کریں کیا، کس طرح اندھیرے اور روشنی میں تمیز کریں کہ جبکہ ایسا ملا دیا گیا ہے کہ جیسے تانا بانا سفید اور کالے دھاگے کا ہو پتا نہ لگے کہ کہاں کالا ہے اور کہاں سفید ہے دیکھنے میں وہ ایک گرے سا دکھائی دینے لگے ۔ یہ وہ تاثرات ہیں جو بعض باشعور لوگوں کے تاثرات ہیں ۔ بہت پڑھے لکھے اور بعض علوم اور فنون کے ماہر ہیں لیکن جو عام طبقہ ہے اُس کے دل میں نفرتیں جنم لیتی ہیں ۔ وہ شدید ردعمل دکھاتا ہے ان قوموں کے خلاف اور رفتہ رفتہ اندر اندر ایسی تحریکات پیدا ہونے لگتی ہیں جن کے نتیجے میں پھر بڑے تصادم پیدا ہوتے ہیں ۔ بعض ایسے ردعمل پیدا ہوتے ہیں جس سے پھر قوموں کے درمیان نفرتیں اور بڑھنے لگتی ہیں کالوں اور سفیدوں کے درمیان، کالوں اور زردوں کے درمیان، سفیدوں اور کالوں کے درمیان ہر جگہ سوسائٹی ہر طرف منتشر ہونے لگتی ہے اور پھر ان کی لڑائیاں، ان کے جھگڑے، ان کے فساد سارے معاشرے کو گندا اور تکلیف دہ بنا دیتے ہیں اور بدنامی نہ صرف دوسرے ملکوں کی بلکہ خاص طور پر اسلام کی بدنامی بہت ہوتی ہے اور اس معاملے میں ہمارا

یعنی آنے والوں کا قصور تو ہے ہی کچھ لمبے گہرے اسلام کے خلاف وہ تعصّبات بھی ذمہ دار ہیں جوان قوموں میں باقاعدہ منظّم طور پر پیدا کئے گئے ہیں یعنی عیسائی راہنماؤں نے سب سے زیادہ نفرت کا نشانہ اگر کسی مذہب کو بنایا ہے تو اسلام کو بنایا ہے۔ سب سے زیادہ نفرت کی تعلیم اگر کسی مذہب کے خلاف دی ہے تو اسلام کے خلاف دی ہے۔ اس لئے آپ تعجب کی نظر سے اس بات کو دیکھیں گے کہ جب ہندوستان سے آنے والا کوئی جھوٹ یا فساد اختیار کرتا ہے تو ہندوازم کے خلاف کوئی تحریک نہیں چلے گی۔ ہندی ازم کو بدنام کرنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی جاتی، جب افریقن کوئی ایسی جگہ کا آتا ہے جہاں پیگنزم یعنی لامذہبیت پائی جاتی ہے یا جاہلیت پرستی ہے، تو اہم پرستی ہے تو سارے یورپ میں کہیں بھی کوئی ایسی بات نہیں سنیں گے کہ جس کے نتیجے میں جہالت کے خلاف تعصّبات کو یعنی نفرتوں کو ہوا دی جائے، بت پرستی کے خلاف نفرتوں کو ہوا دی جائے جب بدھسٹ قومیں آکر یہاں جھوٹ بولتی ہیں اور فساد ہو جاتے ہیں اور سوسائٹی کو گندا کرتی ہیں۔ اس طرح مختلف ممالک سے مثلاً کوریا سے یا ہند چینی کے علاقوں سے بسا اوقات کثرت سے بدھ بھی آئے اور دھوکے دے کر یہاں داخل ہوئے بالکل جھوٹے کیس بنا کر انہوں نے اجتماعی طور پر بھی داخل ہونے کی کوشش کی کہیں ......لیکن کہیں بھی آپ بدھ ازم کے خلاف کوئی آواز نہیں سنیں گے۔ غرضیکہ دنیا کے کسی مذہب کو آپ دیکھ لیں اس مذہب کے لوگ جب مغربی قوموں میں کسی پہلو سے بود و باش اختیار کرتے ہیں تو اُن کے بداخلاق اُن کے مذہب کی طرف منسوب نہیں کئے جاتے لیکن اسلام ایک ایسا مظلوم مذہب ہے کہ اگر آپ اسلام سے وابستہ ہیں تو لازماً اسلام کو نفرتوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ ہر جگہ صرف کسی ملک کا نام نہیں سنتے بلکہ اس کے ساتھ اسلام کا نام بھی سنتے ہیں اگر آنے والا اسلامی ممالک سے تعلق رکھتا ہو۔ تو اس پہلو سے پاکستانی احمدیوں کی ذمہ داری اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ کئی قسم کے نقصانات وہ اپنی قومیت کو بھی پہنچاتے ہیں، اپنے مذہب کو بھی پہنچاتے ہیں اور اُن مقاصد کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں جن کو حاصل کرنے کے لیے اُن کو پیدا کیا گیا ہے، ان کو کھڑا کیا گیا ہے۔ اس لئے چھوٹی چھوٹی بظاہر عام روزمرہ کی معاشرتی برائیاں آپ میں پائی جاتی ہیں۔ یہ وہم نہ کریں کہ یہ آپ کے انفرادی معاملات ہیں، یہ ہرگز انفرادی معاملات نہیں ہیں۔ یہ قومی معاملات ہیں جنہوں نے احمدیت کی نشو ونما پر ان ملکوں میں گہرے اثر چھوڑنے ہیں اور چھوڑ رہے ہیں۔

اس لئے جہاں تک نصیحت کا تعلق ہے وہ تو اختیار کی ہی جائے گی اور یہاں کی جماعت کو دوسری جماعتوں کو بھی میں نصیحت کر رہا ہوں کہ بہت زیادہ منظّم تربیت کے پروگرام بنانے چاہیئے اور تمام آنے والوں پر اس پہلو سے بڑی گہری نظر رکھنی چاہیئے لیکن اگر یہ تربیت فائدہ نہ دے۔ اگر اس کے نتیجے میں اپنے اخلاق اور کردار میں باہر سے آنے والے نمایاں پاک تبدیلی پیدا نہ کریں تو پھر لازماً ہمارے لیے آپریشن کے سوا چارہ باقی نہیں رہتا۔ اُس صورت میں بہتر ہے کہ ہم اُن کو جماعت سے علیحدہ کر کے کم سے کم اسلام کو اور احمدیت کو بدنامی سے بچائیں اور ان کو اس عظیم عالمی پروگرام کی راہ میں حائل نہ ہونے دیں جو احمدیت میں تمام قوموں کو ایک ہی معاشرے میں تبدیل کرنے کے لیے بنایا ہے۔

اگلی صدی میں اب ایک سال بھی باقی نہیں رہا کہ وہ شروع ہو جائے گی یعنی احمدیت کی اگلی صدی اور اس پہلو سے جوں جوں وقت قریب آ رہا ہے میری فکریں بڑھ رہی ہیں کہ اگر خدانخواستہ ہم نے غیر معمولی تبدیلی پیدا کئے بغیر یعنی اصلاحی تبدیلی پیدا کئے بغیر اگلی صدی میں قدم رکھا تو اگلی صدی کے بعد میں آنے والوں کا کیا حال ہوگا۔ یہ کوئی معمولی فکر نہیں ہے اور کوئی معمولی بات نہیں ہے جسے آپ سن کر ٹال دیں کہ ہاں جی یہ بھی ایک فکر ہے۔ اگر آپ واقعاتی طور پر مشاہدہ کریں تو جس صدی کے آخر پہ ہم پہنچے ہوئے ہیں۔ اُس صدی کے آغاز پہ پیدا ہونے والے احمدیوں کے عظیم الشان مقامات ہیں۔ اس صدی کے سر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہیں۔ اس صدی کے سر پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کھڑے تھے، اس صدی کے سر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بچپن سے جوانی میں سر نکال رہے تھے، اس صدی کے سر پر عظیم الشان صحابہ تھے جو تقویٰ کے مجسمے تھے، اُن میں سے ایک ایک ایسا تھا جس کو قوم قرار دیا جا سکتا تھا، قوم بننے کی صلاحیت ان میں موجود تھی عظیم الشان قربانیاں کرنے والے، عظیم الشان روحانی انقلاب برپا کرنے والے لوگ تھے۔ انہوں نے دنیا کو تج کیا۔ اسلام کی خاطر اور احمدیت کی خاطر اور ہر قربانی کے لیے تیار ہی نہیں ہوئے بلکہ قربانی پیش کر دی ایسے عظیم الشان وجود اس دور میں پیدا ہوئے کہ آئندہ اس وقت تک انسان کھڑے ہو کے سوچے تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان کی دوسری یا تیسری یا چوتھی نسل میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو سکتے ہیں جو ان سب قدروں کو بھلا دیں یا ان کے ہوتے ہوئے اس صدی کے بگڑنے کا کسی قسم کا کوئی سوال پیدا ہو لیکن سالوں کا جو گزرنے کا طریق ہے وہ اچھی چیزوں کو مٹاتے چلے جاتے ہیں اور بری

چیزوں کو نمایاں کرتے چلے جاتے ہیں اس لئے وقت بعض پہلوؤں سے اچھی چیزوں کا سب سے بڑا دشمن بن جاتا ہے کتنی خوبصورت آپ تعمیر کریں وقت کا ہاتھ رفتہ رفتہ اس کو مٹانا شروع کر دیتا ہے اس کا حلیہ بگاڑنے لگتا ہے۔ کتنا اچھا لباس آپ بنائیں لیکن گزرتا ہوا وقت بعض اوقات بالکل غیر محسوس طور پر لیکن یقینی طور پر اُس لباس کی سج دھج کو اس طرح مٹاتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد چند سالوں کے بعد آپ اسے پہنیں تو پہن کے شرمانے لگیں گے اپنے دوستوں کے سامنے اس لباس میں جانے کے لیے جھجک محسوس کریں گے۔ اسی طرح قومی کردار کے ساتھ بھی وقت کچھ کھیلیں کھیلتا ہے۔ اس پہلو سے یہ فکر بہت ہی خطرناک ہے آج اگر ہم آئندہ صدی میں روحانی اور اخلاقی لحاظ سے پوری طرح تیار ہو کر داخل نہ ہوئے تو اس صدی کے آخر کا کیا حال ہوگا۔ یہ وہ فکر ہے جو میری تنہا فکر نہیں ہونی چاہئے بلکہ آپ سب کی فکر بن جانی چاہئے۔ یہ وہ فکر ہے جو آپ سب کی فکر بنی چاہئے اور یہ فکر دعاؤں میں تبدیل ہونی چاہئے۔ ورنہ اتنی بڑی ذمہ داریاں جو ہم پر ڈالی گئی ہیں ہم ہرگز ان کو ادا نہیں کر سکیں گے۔ اس پہلو سے بالآخر میں اس بات پر مجبور ہوں کہ جماعت کو یہ اختیار دوں کہ وہ سارے دوست یا وہ سارے خاندان جو یہاں آ کر بجائے اس کے کہ اپنی بدیاں پیچھے چھوڑ کر آتے اپنی بدیاں بھی ساتھ لے کر آئے اور یہاں کی بدیاں بھی اختیار کرنے لگے۔ ان کو جماعت سے علیحدہ کر دیں اور جہاں ضروری سمجھیں وہاں مجھ سے پوچھے بغیر پہلے قدم اٹھائیں اور پھر مجھے اطلاع کریں کیونکہ بعض دفعہ ایسی بدنامی کا موجب بنتے ہیں بعض لوگ کہ ان کے لئے انتظار نہیں کیا جا سکتا بعض دفعہ عدالتوں کو اطلاع کرنی پڑتی ہے کہ ہوگا یہ شخص پہلے احمدی، ہوسکتا ہے کہ ہم نے سرٹیفکیٹ بھی جاری کر دیا ہو لیکن اب ہماری نظر میں اس کا احمدیت سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا یا اس خاندان کا احمدیت سے کوئی تعلق نہیں اور جب ہم یہ کہتے ہیں تو اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ عقیدے کے لحاظ سے وہ شخص بگڑ گیا ہے۔ یہ بات ہم پوری طرح کھولتے ہیں کہ ہر شخص کا حق ہے کہ اپنے آپ کو احمدی کہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچا سمجھتا ہے وہ کہتا رہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا دنیا میں احمدی کہنے سے لیکن احمدیہ جماعت کا جز بننا یہ ایک الگ بات ہے، احمدیہ نظام کا حصہ بننا ایک الگ بات ہے۔ ایک انگلی اگر آپ کاٹ کے پھینک بھی دیں تو انگلی ہی رہے گی۔ اس انگلی کو آپ کسی بلے یا کتے یا سور کی انگلی تو نہیں کہہ سکتے جو انسان کی انگلی ہے لیکن اسے کاٹ کر جب پھینک دیا جائے تو وہ انسانی وجود کا

حصہ نہیں رہتی، فعال حصہ نہیں رہتی۔ اس لئے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی شخص کے متعلق یا کسی خاندان کے متعلق یہ اعلان کر دیا جائے کے وہ جماعت احمدیہ کا حصہ نہیں ہے تو اس سے صرف یہ مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ انگلی کی طرح انگلی کہلانے کا مستحق نہیں رہا۔ انگلی ہوگی لیکن نظام سے کٹی ہوئی انگلی، انگلی ہوگی لیکن وہ جو موت کی طرف حرکت کر رہی ہے اور سارے نظام سے تعلق جوڑ کر اس کو جو زندگی کا تحفظ حاصل تھا وہ اب حاصل نہیں رہا یہ اعلان ہے اور اس اعلان کو دنیا تسلیم کرتی ہے۔ سب دنیا اس حق کو تسلیم کرتی ہے اس میں کوئی ناانصافی کی بات نہیں۔ بعض لوگ اپنی غلط فہمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر جماعت احمدیہ کو حق ہے تو دوسروں کو کیوں یہ حق نہیں کہ آپ کو غیر مسلم قرار دے۔ ہم ان کو بتاتے ہیں کہ ان کو یہ حق ہے کہ اپنے نظام کا حصہ ہمیں نہ بننے دیں لیکن ہمارے عقیدے کے خلاف ہمیں غیر مسلم نہیں کہہ سکتے اس لیے ایسے شخص کو جو نظام سے کاٹا جاتا ہے ہم غیر احمدی نہیں کہہ سکتے لیکن یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص اب احمدی نظام کا حصہ نہیں رہا، خلافت کے نظام سے وابستہ نہیں رہا۔

اس پہلو سے اب ہمارے پاس وقت اتنا نہیں رہا کہ بہت لمبا انتظار کریں تربیت میں۔ بعض جگہ آپریشن کی ضرورت پڑتی ہے اپنی جماعت کی Repotation بچانے کے لئے، جماعت کے جو تصورات یہاں موجود ہیں باقی لوگوں سے مختلف اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت سارا طبقہ یہاں ہے جو سمجھ رہا ہے کہ ہم بظاہر پاکستانی ہونے کے باوجود مختلف بھی ہیں یعنی اعلیٰ کردار کے لحاظ سے ہم میں ایک فرق ہے، ہندوستانی ہونے کے باوجود مختلف ہیں، بنگالی ہونے کے باوجود مختلف ہیں۔ اس احساس کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ ایک یا دو یا دس یا بیس خاندانوں کا نقصان تکلیف دہ ضرور ہوگا لیکن اس احساس کا مٹنا اُس سے ہزاروں گنا زیادہ تکلیف دہ ہے کہ جماعت احمدیہ اپنی اعلیٰ قدروں سے محروم ہوتی چلی جا رہی ہے، اپنی بین الاقوامی شہرت سے محروم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ جماعت احمدیہ کا جو عالمی مزاج ہے جس نے ساری دنیا کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا ہے وہ زخمی ہو گیا ہے۔ یہ احساسات بہت زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ اس لئے یہ ایک ایسا قدم ہے جو کڑوا صحیح، تکلیف دہ صحیح مگر جماعت کو اب بہر حال اٹھانا پڑے گا۔ لیکن اس سے پہلے میں سمجھتا ہوں کہ نظام جماعت کو بہت مستعدی کے ساتھ تربیت کی طرف غیر معمولی توجہ کرنی چاہئے اور اس سال کو جہاں دعوت الی اللہ کا سال منا رہے ہیں وہاں ساتھ ساتھ تربیت کا سال بھی بنائیں اس کے بغیر دعوت الی اللہ بھی

کامیاب نہیں ہوگی اور قومی امتزاجات پیدا نہیں ہوں گے۔ احمدیت نے مشرق اور مغرب کو جو اکٹھا کرنا تھا اور یک جان بنانا تھا وہ چیزیں خواب بن جائیں گی لیکن بہرحال ہم نے ہی کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ذمہ داری ہمارے سپرد کی ہے۔ اس لیے میں امید رکھتا ہوں کسی جگہ کچھ دیر کے بعد، کسی جگہ نسبتاً جلدی بالآخر انشاء اللہ تعالیٰ اسلام کے اس عظیم الشان بلکہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اس عالمی نور سے دنیا متمتع ہو اور اس نور میں رنگین ہو جائے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

نماز جمعہ کے نماز عصر جمع ہوگی اور اس کے کچھ عرصہ کے بعد جلسہ کی کارروائی ہوگی لیکن نماز عصر کے معاً بعد منتشر ہونے سے پہلے ہم نے کچھ جنازہ ہائے غیب کی نماز پڑھنی ہیں

(۱) سب سے پہلے فہرست میں موئے فورے پابیمیا ہیں یہ ہمارے سیرالیون کے سیکنڈری سکول کے پرنسپل صاحب کے والد تھے، بزرگ انسان تھے، جماعت احمدیہ میں شروع میں شامل ہونے والے بزرگوں میں سے تھے، ان کے متعلق ان کے بیٹے نے خط میں بڑے درد کا اظہار کیا ہے اور نماز جنازہ غائب کی بھی درخواست کی ہے۔

(۲) ملک محمد نواز صاحب گوجرانوالہ جن کی ۹؍مارچ کو وفات ہوئی۔ یہ گوجرانوالہ جماعت کے محاسب تھے ان کے ایک بیٹے ملک ناصر احمد آجکل جرمنی میں ہیں۔

(۳) چوہدری محمد حسین صاحب گوندل دارالرحمت شرقی دو روز قبل ربوہ میں وفات پاگئے۔ ان کی ایک بیٹی قمر رفیق کاہلوں صاحبہ جرمنی میں رہائش پذیر ہیں۔

(۴) عزیز احمد صاحب مبشر احمد صاحب جنرل سیکریٹری امریکہ کے والد تھے۔ ۸۰ سال کی عمر میں امریکہ میں وفات ہوئی۔ انکے متعلق یہ بتانا مناسب ہوگا کہ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے بھائی بنے ہوئے تھے اور بچپن ہی سے ان کا بڑا گہرا تعلق تھا اور آپس میں بہت ہی محبت اور پیار تھا۔ ان کے بیٹے مبشر احمد بھی اپنے باپ کے رنگ میں رنگیں ہوئے بلکہ بعض باتوں میں آگے بڑھے اور اب انہوں نے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے اور بڑے اخلاص سے جماعت کی خدمت کر رہے ہیں۔ مبشر احمد آجکل جماعت احمدیہ امریکہ کے جنرل سیکریٹری بھی ہیں۔

(۵) ربوہ سے سید ظہور احمد شاہ صاحب کی وفات کی اطلاع ملی ہے۔ان کے دو بچے ایک بیٹا اور ایک بیٹی جرمنی میں ہیں۔انہوں نے درخواست کی ہے۔

(۶) اشرف حسین قریشی صاحب یہ عبدالباسط صاحب مبلغ کولون جرمنی کے خسر تھے ۱۵/ مارچ کو لاہور میں اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پائی۔

(۷) نذیر بیگم صاحبہ صوفی نذیر احمد صاحب جو آج کل جرمنی میں ہیں اور انکے خاندان کے اور بھی بہت سے افراد جرمنی میں ہیں ان کی اہلیہ تھیں ابھی پرائیویٹ سیکریٹری صاحب کی طرف سے اطلاع ملی ہے ربوہ سے کہ وفات پا گئی ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون ان سب کی نماز جنازہ غائب عصر کی نماز کے معاً بعد ہو گی۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

نماز کیلئے صفیں کچھ تنگ کرنی پڑیں گی تا کہ جو دوست باہر رہ گئے ہیں ان کو بھی موقع مل جائے۔باہر چونکہ کیچڑ ہے اس لئے دوستوں کیلئے باہر نماز پڑھنی ممکن نہیں ہو گی۔اسلئے کچھ کچھ صفیں تنگ کر لیں۔سجدے میں تھوڑی دقت ہو گی لیکن آپ کے دوسرے بھائیوں کو نماز پڑھنے کی سہولت مل جائیگی۔